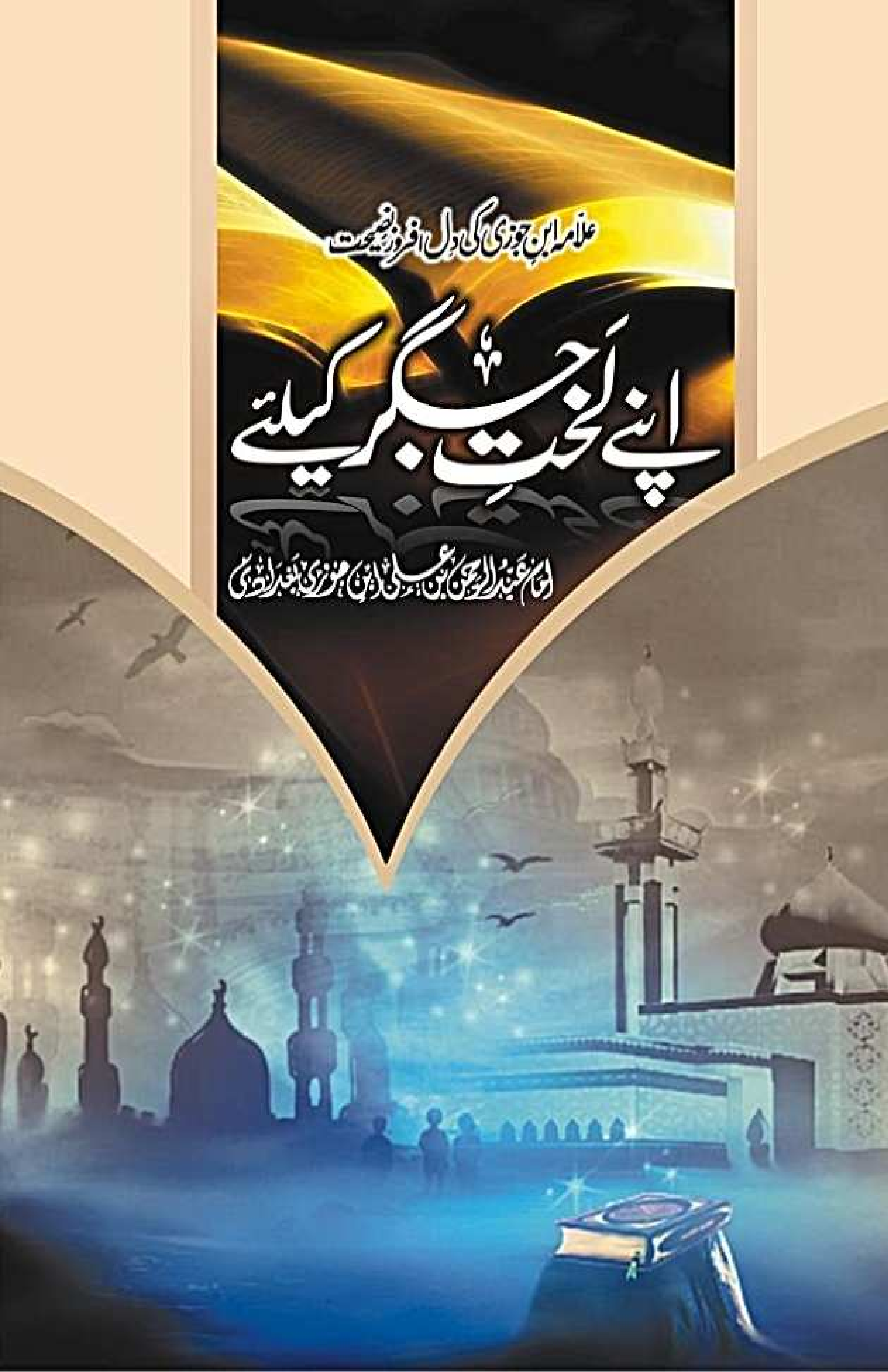


علامہ ابن جوزی کی دل افروز نصیحت
اپنے لختِ جگر کیلئے
امام عبدالرحمن بن علی ابن جوزی بغدادی

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

عقل وشعور کی گرہیں کھولنے، علم وعمل کے باہمی رشتہ کو اُجاگر کرنے
مقصدِ زندگی اور وقت کی قدر و قیمت واضح کرنے والا ایک منفرد رسالہ

لفتة الكبد في نصيحة الولد

علامہ ابن جوزی کی دِل افروز نصیحت

اپنے لختِ جگر کے لیے

-: تأليف لطيف :-

امام عبدالرحمٰن بن علی ابن جوزی بغدادی [۵۹۷ھ]

-: ترجمہ وتحقیق :-

محمد افروز قادری چریاکوٹی

دلاص یونیورسٹی، کیپ ٹاؤن، جنوب افریقہ

بِأبِي أنتَ وأمِّي صَلَّى اللّٰهُ عَلَيکَ أيُّهَا النَّبِيُّ الأمِّيُّ

تفصیلات

کتاب : اپنے لختِ جگر کے لیے

تالیف : ابو رِفقہ محمد افروز قادری چریاکوٹی..................

پروفیسر: دلاص یونیورسٹی، کیپ ٹاؤن، ساؤتھ افریقہ

پرنسپل: جامعۃ المصطفیٰ، کیپ ٹاؤن، ساؤتھ افریقہ

نظرِ ثانی : مفکرِ اِسلام علامہ محمد عبد المبین نعمانی قادری- دام ظلہ-

کاوش : محترمی فضیلت مآب غلام مصطفےٰ رضوی- حفظہ اللہ ورعاہ-

کتابت : فہمی چریاکوٹی

صفحات : ۴۰

اشاعت : ۲۰۱۲ء - ۱۴۳۳ھ

قیمت : /روپے

تقسیم کار : اِدارہ فروغِ اسلام، چریاکوٹ، مئو، یوپی، انڈیا

o رَبَّنَا تَقَبَّلْ مِنَّا إنَّکَ أنْتَ السَّمِيْعُ العَلِيْمُ o

فہرست

عرضِ مترجم

شیخ الاسلام امام ابوحامد محمد بن محمد بن محمد الغزالی - علیہ الرحمۃ والرضوان - کے مشہورِ زمانہ اور مقبول اَنام رسالہ 'ایہا الولد' کی اُردو ترتیب وتہذیب کے بعد اُس قسم کے رسائل سے مجھے جیسے فطری لگاؤ سا ہو گیا؛ مگر پھر مدتوں اس نوع کا کوئی رسالہ ہاتھ نہ لگا۔ ایک دن اِنٹرنیٹ پر کچھ کتابوں کی چھان بین کے دوران امام ابن جوزی کا یہ رسالہ نظر افروز ہوا، جس میں انھوں نے خود اپنے بیٹے کو اپنی قیمتی نصیحتوں سے نوازا ہے۔ سچ پوچھیں تو رسالہ دیکھ کر آنکھیں روشن ہو گئیں اور دِل کی کلیاں کھل اُٹھیں۔ پھر کیا تھا قیام گاہ پہنچتے ہی پہلی فرصت میں اس کے ترجمہ کا آغاز کر دیا۔

امام ابن جوزی اپنی گراں مایہ تصنیفات کے حوالے سے جگ جگ روشن ہیں۔ ان کی جملہ کتابیں قدر کی نگاہوں سے دیکھی جاتی ہیں۔ آپ نے دین وملت کے لیے بے تکان لکھا اور بہت سی یادگار اپنے پیچھے چھوڑ گئے۔ آپ خود فرماتے ہیں کہ میں نے کوئی سو کتابیں تصنیف کیں ان میں کئی ایک بیس بیس جلدوں پر مشتمل ہیں۔ تحقیقی شہ پاروں کے علاوہ آپ نے بہت سی اِصلاحی کتب بھی تحریر فرمائی ہیں جن میں بیشتر جامۂ اُردو میں ملبوس ہو چکی ہیں، اور اپنے اپنے حلقے میں قارئین سے خراجِ تحسین وصول کر رہی ہیں۔

'لفتة الكبد في نصيحة الولد' نامی یہ رسالہ اس لیے اور بھی اہمیت کا حامل ہے کہ امام ابن جوزی نے اسے خاص اپنے صاحبزادے کے لیے ترتیب دیا ہے، جس میں طلبہ علوم دینیہ کے ساتھ ساتھ عوام کے لیے بھی ہدایتوں کا سامان موجود ہے۔ اُمید ہے کہ آپ اس سے اکتساب رنگ ونور کرتے وقت مولف ومترجم کو اپنی نیک دعاؤں میں یاد رکھنا نہ بھولیں گے۔ - اللہ ہمیں اپنی توفیق خیر سے نوازے اور ہم سب کا حامی وناصر ہو-

محمد افروز قادری چریاکوٹی

۳۰/ جمادی الآخرہ، ۱۴۳۰، بروز چہار شنبہ

{ اَحوالِ مصنف }

مصنف کتاب حضرت علامہ امام ابن جوزی -علیہ الرحمہ- کا اسم گرامی عبدالرحمٰن بن ابی الحسن بن علی بن علی بن عبداللہ بن حمادی بن محمد بن محمد بن جعفر الجوزی، کنیت ابوالفرج اور لقب 'ابن جوزی' ہے۔

آپ کے اس مشہورِ زمانہ لقب کا سبب یہ بتایا جاتا ہے کہ آپ کے آباء میں آٹھویں پشت پر جعفر نامی شخص کو جوزی کے لقب سے یاد کیا جاتا تھا۔ جب کہ ابن عماد کے بقول 'جوز' شہر بصرہ کا ایک محلّہ ہے۔

-۵۱۰ھ- میں آپ کی ولادت ہوئی۔ اپنی عمر کی بمشکل تین منزلیں طے کر پائے تھے کہ شفقت پدری سے محروم ہوگئے۔ مستقبل میں دنیائے اسلام پر آفتاب علم ودانش بن کر چمکنے والے اس نونہال کی پرورش والد کے بعد پھوپھی نے کی۔

جب آپ حد شعور میں داخل ہوئے تو پھوپھی آپ کو ابوالفضل ابن ناصر کی مسجد میں چھوڑ آئیں، جو رشتہ میں اُن کے ماموں تھے۔ انھوں نے اس نہایت زیرک بچے کو اپنی تربیت میں لے کر پوری توجہ و اِنہاک سے علومِ دینیہ پڑھانا شروع کیا۔ آپ نے تھوڑے سے عرصے میں حفظِ قرآن، علوم قراءت اور تحصیل علم حدیث کی منازل طے کر لیے۔ خود فرماتے ہیں :

> علم کی اہمیت ومحبت' بچپن ہی سے میرے دل کی گہرائیوں میں جا گزیں ہوگئی تھی، اور میں حصولِ علم کے لیے کسی بڑی سے بڑی مہم کو سر کرنے میں لذت محسوس کیا کرتا تھا؛ چنانچہ اس کی برکت سے اللہ تعالیٰ نے مجھے مقام علم پر فائز کردیا۔

یوں تو علامہ ابن جوزی جملہ علوم متداولہ میں بڑا اونچا مقام رکھتے تھے؛ تاہم جس علم

میں انھیں اَبدی و آفاقی شہرت حاصل ہوئی وہ علم حدیث ہے۔ اِس علم میں آپ کی بہت سی تصانیف یادگار ہیں؛ حتیٰ کہ اپنے مقام علم و تجربہ پر اعتماد کی وجہ سے کہا کرتے تھے :

میرے زمانے تک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت شدہ کوئی بھی حدیث میرے سامنے بیان کی جائے تو میں بتا سکتا ہوں کہ یہ صحت وضعف کے کس درجے پر ہے۔

اور یہ دعویٰ اِفتخارِ غرور پر مبنی نہیں بلکہ اظہارِ حق وصداقت اور تحدیث نعمت کے طور پر ہے۔ خلکان نے آپ کے حدیث مصطفیٰ سے بے پناہ عشق اور اس کے ساتھ وابستہ مچلتی ہوئی تمناؤں کے اِظہار کا تذکرہ ایسے وارفتہ انداز میں کیا ہے جسے سن کر دردِ عشق رکھنے والے دلوں میں محبت کے نغمے چھڑ جاتے ہیں۔ وہ فرماتے ہیں :

علامہ ابن جوزی نے حالت نزع میں نحیف سی آواز میں پاس بیٹھے ہوئے لوگوں سے فرمایا کہ وہ سارے قلم اکٹھے کیے جائیں جن سے میں نے تمام عمر شفیع روزِ محشر محبوب داور علیہ السلام کی مبارک احادیث لکھی ہیں اور ان کے سروں پر لگی ہوئی روشنائی کھرچ لی جائے۔

جب آپ کے حکم کی تعمیل کی گئی تو اس سیاہی کا ڈھیر لگ گیا۔ پھر اس پروانۂ شمع رسالت نے بحر محبت کی گہرائیوں میں ڈوب کر یہ وصیت کی کہ مرنے کے بعد میری نعش کو غسل دینے کے لیے تیار کردہ پانی میں یہ روشنائی ڈال دینا، شاید خدائے رحمٰن ورحیم اُس جسم کو نارِ جہنم سے نہ جلائے جس پر اُس کے محبوب کی حدیث کی روشنائی کے ذرے لگے ہوں۔

وصیت کے مطابق آپ کو غسل دیا گیا تو کافی مقدار میں روشنائی پھر بھی بچ رہی تھی۔ اس وصیت کو دیکھ کر اس عاشق جگر سوختہ کے حسن طلب پر صد آفرین کہنا پڑتا ہے کہ کس اَدائے دلربائی سے فضل باری کا مطالبہ کیا جارہا ہے۔ اللہ ہمیں بھی رخ والضحیٰ اور سرمہ مازاغ والے اپنے پیارے محبوب کی محبت کے یہی انداز عطا فرمائے۔

تحریر و کتابت میں یگانۂ روزگار تو تھے ہی میدانِ خطابت میں بھی اپنا جواب نہیں رکھتے تھے۔ آپ عہد نوخیزی ہی میں اچھے واعظ تھے۔ وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ آپ کی صلاحیتوں میں روز افزوں نکھار آتا گیا۔ آپ کی مجلس وعظ میں عوام الناس ہی نہیں خلیفہ وقت بھی جملہ وزرائے سلطنت کے ساتھ پتھر کی تصویر بنا دم بخود بیٹھا ہوتا تھا۔ آپ نے حکمرانوں کی خوشنودی اور دربارِ شاہی میں رسائی کے لیے کبھی وعظ نہ کیا۔ خود کو ہمیشہ ظلِ سلطانی اور مداہنت لسانی سے دور رکھا۔

ساری عمر شمشیرِ وعظ اور نیزۂ قلم سے جہادِ حق کیا اور اسی راہ میں -۵۹۷ھ- کے اندر جان، جان آفریں کے حوالے کر دی۔ آپ کے وعظ و بیان سے متاثر ہو کر ہزاروں گم کردۂ راہ، فسق و فجور سے تائب ہو کر جادۂ مستقیم کے راہی بن گئے۔ اور کوئی دو لاکھ سے زائد کفار آپ کے دست حق پرست پر کلمہ حق پڑھ کر حلقہ بگوشِ اسلام ہو گئے۔ علامہ ابن جوزی صرف علم حدیث اور فن وعظ ہی میں نہیں بلکہ تمام علوم میں آپ کو منفرد مقام حاصل تھا۔

الغرض! علامہ ابن جوزی اسلام کے حقیقی شیدائی اور پیغمبرِ اسلام کے سچے فدائی تھے۔ آپ اظہارِ حق کے لیے 'لاَخَوۡفٌ عَلَیۡھِمۡ وَلاَ ھُمۡ یَحۡزَنُوۡنَ' کی عملی تصویر تھے۔ تذکرۃ الحفّاظ میں آتا ہے کہ صاحب طبع شر خیز ابن عبدالوہاب نے اپنے مربی وزیر قصاب شیعی کو علامہ ابن جوزی کے خلاف بھڑکانا شروع کیا کہ کبھی ابن جوزی کی حرکات و سکنات کا بھی نوٹس لیا ہے وہ کٹر ناصبی اور اولادِ ابوبکر سے ہے، اور آپ کے منصب جلیلہ کے لیے کبھی وقت بھی نقارۂ اجل بن سکتا ہے۔

بس اسی جُرم لاجرم کی پاداش میں آپ کی ساری جدائداد، گھر بار اور اس کا مکمل اُثاثہ ضبط کر لیا گیا۔ اہل خانہ اور جگر کے ٹکڑے بچے بچیاں آنکھوں سے جدا کر کے دور دراز علاقوں میں پھینک دیے گئے اور آپ کو پابجولاں کشتی میں ڈال کر شہر واسط کے جیل خانہ کی طرف بھیج دیا گیا۔ جہاں آپ نے زنداں کی تنگ و تاریک کوٹھری میں پورے پانچ سال

کمال صبر واستقلال سے یوں گزارے کہ خود کھانا تیار کرتے، اور اپنے ہاتھوں سے کپڑے دھلتے اور زبانِ شکر سے یہ کہتے جاتے :

اے پروردگار! تونے مجھ سے ناتواں سے اپنے دینِ مبین کی اتنی خدمت لی ہے۔ میں کس زبان سے تیرا شکر اَدا کروں!۔

قدرت نے آپ کو تصنیف کا ملکہ اور موقعہ بڑی فیاضی سے عطا کیا تھا یہاں تک کہ کثرتِ تصنیف میں آپ کا نام بطورِ ضرب المثل مشہور ہوگیا۔ اسمائے رجال کے امام علامہ ذہبی فرماتے ہیں کہ میں نے زندگی میں ابن جوزی جیسا صاحب تصانیف کثیرہ نہ دیکھا ہے اور نہ سنا ہے۔

ابن خلکان تو یہاں تک کہہ گئے ہیں کہ حکایت کرنے والے اگرچہ ابن جوزی کی تعدادِ کتب کے بارے میں مبالغہ سے بھی کام لیتے ہیں لیکن پھر بھی آپ کی تالیفات کو اِحاطہ تحریر میں نہیں لایا جاسکتا۔ مگر افسوس ہے کہ آپ کے حالات میں رقم شدہ تعداد مصنفات ایک سو کے عدد سے تجاوز نہیں کرپاتی؛ تو باقی کتب کے بارے میں یہی کہا جاسکتا ہے کہ صرصرِ زمانہ نے شاید ان پر گردِ نسیان ڈال دی ہے۔

'**لفتة الكبَد في نصيحة الولد**' کا شمار بھی آپ کے انھیں نایاب رسائل میں سے ہوتا ہے؛ اس رسالے کی ہمہ جہت اِفادیت واہمیت کے پیشِ نظر اسے اُردو قالب میں ڈھال دیا گیا ہے؛ تاکہ اُردو داں طبقہ اس کے فیوض واَنوار سے محروم نہ رہ جائے۔

یہ رسالہ 'سمندر در کوزہ' کی بہترین مثال ہے۔ چند صفحات میں علامہ ابن جوزی نے وہ سب کچھ بیان کردیا ہے جس کی ضرورت' کارزارِ حیات میں ناگزیر ہوتی ہے۔ اُمید ہے کہ یہ رسالہ دارین کی سعادتیں بٹورنے میں آپ کا معاون ثابت ہوگا۔ اللہ ہماری اس کوشش کو قبول فرمائے، اور اپنی رضا کے کام کرنے کی توفیق ہمارے رفیق حال کردے۔ آمین یارب العالمین، وصل اللھم علیٰ سیدنا محمد وعلیٰ آلہ واصحابہ وبارک وسلم۔

اللہ رحمٰن ورحیم کے نام سے شروع

الحمد لله الذي أنشأ الأب الأكبر من تراب، و أخرج ذريته من الترائب و الأصلاب، و عضد العشائر بالقرابة والأنساب، و أنعم علينا بالعلم و عرفان الصواب، أحسنَ التربية في الصغر و حفظ في الشباب، و رزقنا ذريةً نرجو بهم وفورَ الثواب .

یعنی جملہ تعریفیں اللہ مالک الملک کو زیبا ہیں جس نے اَبُ الاکبر (حضرت آدم علیٰ نبینا و علیہ السلام) کو مٹی سے پیدا فرمایا، پھر پیٹھ اور کولہے کی ہڈیوں کے درمیان سے ان کی نسلوں کی افزائش کا اہتمام فرمایا اور قرابت ونسب کی بنیاد پر خاندان کی بنیاد رکھی۔ پھر ہمیں بطورِ خاص دولت علم وعرفان سے سرفرازی بخشی۔ عہد طفولیت میں اس نے جہاں بہترین تربیت کی وہیں عالم شباب کو بھی اپنے دائرۂ تحفظ میں رکھا۔ اس پر مستزاد یہ کہ اس نے نعمت اولاد عطا فرمائی جن سے ہمیں ڈھیروں ثواب کی توقع وابستہ ہے۔

رَبِّ اجْعَلْنِي مُقِيْمَ الصَّلوٰةِ وَ مِنْ ذُرِّيَّتِي رَبَّنَا وَ تَقَبَّلْ دُعَاءِ ٥ رَبَّنَا اغْفِرْ لِي وَ لِوَالِدَيَّ وَ لِلْمُؤْمِنِيْنَ يَومَ يَقُومُ الحِسَابُ ٥ (۱)

اے میرے رب! مجھے اور میری اولاد کو نماز قائم رکھنے والا بنادے، اے ہمارے رب! اور تو میری دعا قبول فرما لے۔

اے ہمارے رب! مجھے بخش دے اور میرے والدین کو (بخش دے) اور دیگر سب مومنوں کو بھی، جس دن حساب قائم ہوگا۔

(۱) سورۂ ابراہیم: ۱۴/۴۰ تا ۴۱۔

امابعد!

جب مجھے اِزدواج واَولاد کی شرافت ونجابت کا علم ہوا تو میں نے ایک ختمِ قرآن کرنے کے بعد (لحاتِ قبولیت میں) اللہ کی بارگاہ میں دعا کی کہ پروردگار! مجھے دس اولاد عطا فرما؛ چنانچہ اس نے میرے اُٹھے ہوئے ہاتھوں کی لاج رکھ لی اور محض اپنے فضل وکرم سے اس نے پانچ بچے اور پانچ بچیاں عطا فرمائیں۔ پھر اُن میں سے دو بچیاں اور چار بچے اُس کو پیارے ہوگئے، اب میرے پاس لختِ جگر ابوالقاسم کے سوا کوئی اولادِ نرینہ نہ رہی، تو میں نے اللہ کی بارگاہ میں دعا کی کہ مولا! اسے میرا بہترین جانشین بنا اور اس کے ذریعہ دارین کی سعادتیں نصیب فرمادے۔

پھر کیا ہوا کہ میں نے اس کے اندر تحصیل فضل وکمال کے سلسلے میں وہ لگن جتن محسوس نہیں کی جو ہونی چاہیے، تو طلب علم کے حوالے سے اس کی تساہلی کو دیکھتے ہوئے میں نے یہ رسالہ بطورِ خاص اس کے لیے ترتیب دیا؛ تاکہ دولت علم سے بہرہ ور ہونے کے لیے اس کی خفیہ صلاحتیں بیدار ہوجائیں اور اکتسابِ شعور وآگہی کے سلسلہ میں وہ خود کو میری روش پر جادہ پیما کرسکے- اور توفیق خیر دینے والا بس اللہ ہی ہے- مجھے اس حقیقت کا مکمل اعتراف ہے کہ اللہ جسے اپنی توفیق سے نواز دے اسے کوئی چاہِ ذلت میں ڈھکیل نہیں سکتا اور جسے گم گشتہ راہ کردے اسے کوئی سامانِ رشد وہدایت فراہم نہیں کرسکتا؛ تاہم اسی رب العزت کا اِرشادِ عالی ہے :

وَ تَوَاصَوا بِالحَقِّ وَ تَوَاصَوا بِالصَّبْرِ o (۱)

اور ایک دوسرے کو حق کی تلقین کرتے رہے اور باہم صبر کی تاکید کرتے رہے۔

فَـذَكِّرْ إِنْ نَفَعَتِ الذِّكرىٰ o (۲)

---

(۱) سورۂ عصر:۳/۱۰۳۔

(۲) سورۂ اعلیٰ:۹/۸۷۔

پس آپ نصیحت فرماتے رہیے بشرطیکہ نصیحت (سننے والوں کو) فائدہ دے۔
اور طاقت وقوت کا سارا سرچشمہ اللہ جل مجدہ ہی کے پاس ہے۔

عقل وشعور کی اہمیت اور احساسِ ذمہ داری

عزیز از جان ! -اللہ تجھے توفیق خیر سے نوازے-اِس بات کو دل کی تختی پر نقش کرلے کہ اِنسان اس وقت تک حامل دانش وبینش قرار نہیں دیا جاتا جب تک کہ وہ تقاضہ ہائے عقل کو رنگ عمل نہ دے؛ لہٰذا عقل وشعور کی ساری توانائیاں اِکٹھا کرکے اپنی فکر کو عمل کے لیے مہمیز کردو، اور نفس کے ساتھ ہمیشہ محتاط وچوبندر ہواور اپنا خیال رکھو۔

تجھے یہ بات دلائل کی روشنی میں معلوم ہے کہ تو ایک مکلّف انسان ہے، اور تجھ پر کچھ ایسے فرائض عائد کیے گئے ہیں جن کی بابت تجھے (کل عرصہ محشر میں) جواب دہ ہونا ہے۔ دوملکوتی نمائندے تیرے اعمال واَلفاظ کا ریکارڈ تیار کرنے میں ہمہ وقت مشغول ہیں۔ حیاتِ مستعار کی ایک ایک سانس' موت کے ایک متعینہ دن کی طرف متواتر کھینچے لیے جارہی ہے۔ دُنیا کا قیام بہت تھوڑا ہے، جب کہ زندانِ قبر میں بے بس وبے کس پڑے رہنے کی مدت کافی طویل ہے، اور پھر ہوا وہوس پر اوندھے منہ گرنے کے باعث عذابِ قبر اُس پر مستزاد۔

ذرا فکر کو آنچ دے کر سوچو کہ تمہارے گزشتہ کل کی لذتِ عیش کہاں گئی؟، یقیناً فنا ہوگئی؛ مگر اپنے پیچھے ندامت وافسوس کے کتنے طومار چھوڑ گئی!۔ یوں ہی شہوتِ نفس کا کیا بنا؟، شرم سے سر جھکا گئی اور پاؤں تلے زمین سرکا گئی۔

نورِ دیدہ ! یہ ایک کائناتی سچائی ہے جسے سدا یاد رکھنا کہ نفسانی خواہشات کا قلع قمع کرنے کے بعد ہی سعادت وفلاح کسی کا مقدر بنتی ہے۔ اور شقاوت وبدبختی کے گھاٹ وہی اُترتا ہے جو آخرت فراموش ہوکر خود کو دنیا کی رنگ رلیوں میں گم کردیتا ہے؛ لہٰذا ماضی

کے بادشاہانِ جہاں اور زاہدانِ شب زندہ داروں کے واقعات سے عبرت پکڑو اور اپنے لیے سامانِ نصیحت اِکٹھا کرو۔

مجھے بتاؤ اِن کی ساری عیش پرستیاں اور ساز و رباب میں ڈوبی ہوئی زندگیاں کہاں چلی گئیں؟، سب کا سب اُن کے لیے باعث تف اور حسرتِ محض بن گئیں!، اور ایسے نافرمانوں اور عصیاں شعاروں کے لیے دنیا کی زبانوں پر برے اَلفاظ تو ہیں ہی انھیں آتش دوزخ کا ایندھن بھی بننا ہے؛ لیکن اگر ڈھیروں ثواب اور حسن انجام ہاتھ آیا تو محض پرہیز گاروں اور نیکوکاروں کو اور پھر خلق خدا کی زبانوں کا اُن کی ستائش سے تر ہونا اس پر مستزاد۔ گویا معاملہ یوں ہوگیا کہ جو دنیا سے آسودہ نفس ہوکر گیا وہاں اسے آسودگی نصیب نہ ہوئی اور جو یہاں فاقہ مست رہا وہاں ناآشنائے فقر وفاقہ رہا۔

اکتسابِ فضل وکمال سے پیچھے رہ جانا یقیناً کم نصیبی ہے۔ اور عیش وآرام کی چاہت و عادت ہمیشہ اپنے پیچھے ندامت کو جنم دیتی ہے، اور کچھ یہی حال لذتوں کے پیچھے مارے مارے پھرتے رہنے کا بھی ہوتا ہے؛ لہٰذا ابھی وقت ہے، ہوش کے ناخن لو اور نفس کو (حصول علم وآگہی کی راہ پر) سرپٹ دوڑاؤ۔

یاد رہے کہ جملہ فرائض کی (ان کے وقتوں پر) اَدائیگی تمہارے ذمے ضروری ہے یوں ہی حرام کے ہر کام سے دامن حیات بچانا بھی اپنے اوپر لازم کرلو۔ اگر کسی نے اس سلسلے میں ذرا بھی سستی دِکھائی پھر اسے خود کو جہنم کے آتش سوزاں میں جلنے کے لیے تیار رکھنا چاہیے۔

عزیز وافر تمیز! یہ بات یاد رکھنے کی ہے کہ فضل وکمال کی رفعتوں کا حصول اَربابِ جدوجہد کا منتہائے مقصود ہوتا ہے۔ دیکھو فضیلتیں بہت طرح کی ہوتی ہیں۔ بعض لوگ دنیا سے بے رغبتی ہی کو سب سے بڑی فضیلت سمجھتے ہیں۔ کچھ لوگوں کا معیار یہ ہے کہ وہ ہمہ وقت عبادت وبندگی میں جٹے رہنے ہی کو مایۂ فضل وشرف گردانتے ہیں؛ حالاں کہ سچی

بات یہ ہے کہ علم وعمل کی دولت سے بہرہ وری سے بڑھ کر کوئی فضیلت نہیں ہے بلکہ یہ کہو کہ یہ تمام فضیلتوں کا مجموعۂ مرکب ہے۔ اگر کسی کو یہ دولت صحیح معنوں میں ہاتھ آجائے تو اسے اپنے خالق ومالک کا عرفانِ کامل نصیب ہوجاتا ہے، اوراس کے ذریعہ محبت وخشیت الٰہی اوراس سے شوقِ ملاقات کی آنچ تیز ہوتی چلی جاتی ہے۔ سچ پوچھو تو فضائل وکمالات کا منتہائے مقصود یہ ہے۔

تمہیں پتا ہے کہ انسان کے حوصلہ وہمت کے مطابق ہی اسے کچھ ملا کرتا ہے۔ ایسا بہت کم ہوتا ہے کہ ہر مرید' مراد بن جائے اور ہر طالب شوق مطلب رسا ہوجائے؛ تاہم لوگوں کو جدوجہد اورتگ ودو جاری رکھنا چاہیے جو اس کا نوشتہ تقدیر ہے وہ اسے مل کے رہے گا- اور نصرتِ حقیقی تو پروردگار ہی کی طرف سے ہے-

معرفت اِلٰہی کی تعمیر

انسان کی فطرت کا تقاضہ ہے کہ وہ سب سے پہلے کائناتِ رنگ وبو میں بکھرے ہوئے دلائل وشواہد کے ذریعہ اللہ تعالیٰ کی معرفت میں کمال پیدا کرے۔ظاہر ہے کہ آسمان کو (بلاستون) پھیلا ہوا، زمین کو بچھی ہوئی خصوصاً اپنے جسمانی نظام کو دیکھنے کے بعد اس بات کا یقین ہوجاتا ہے کہ اس کا کوئی بنانے والا ضرور ہے۔جس طرح کسی پختہ ٹھوس عمارت کو دیکھ کر انسان کی توجہ معاً معمار کی طرف جاتی ہے۔

اس کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نبوت ورسالت کی سچائی کے دلائل پر نظر کرے، اورآپ کی تصدیق کے لیے سب سے بڑی دلیل قرآن کریم ہے جس نے بھری دنیا کو اپنی سورتوں کے مثل ایک چھوٹی سی سورہ لانے سے آج تک عاجز ودرماندہ کررکھا ہے۔

اب جب وجودِ باری تعالیٰ اور رسالت محمدی -علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام- کا عقیدہ

لوحِ دل پر نقش ہو جائے پھر اپنی عنانِ توجہ شریعت مطہرہ (کے اَسرار و رموز سمجھنے) کی طرف موڑنا چاہیے؛ کیوں کہ اگر اس ترتیب کا خیال نہ رکھا جائے تو اس کے اِعتقاد کی دیواروں میں کبھی بھی دراڑ پیدا ہو سکتی ہے۔

اب اسے چاہیے کہ نماز و وضو کے ضروری مسائل معلوم کرے۔ صاحب دولت ہو تو زکوٰۃ کے مسئلے پر آگاہی حاصل کرے۔ اس طرح حج اور دین کے دیگر واجبات سیکھے۔ جب اسے ان واجباتِ دینیہ کا علم ہو جائے تو انھیں رنگ عمل دینا شروع کرے۔ اب جسے جتنی قوتِ پرواز ہے اسی کے مطابق وہ آسمانِ فضل و کمال پر کمندیں ڈالے گا۔ اب وہ چاہے تو قرآن کریم کا حفظ کرے، اس کی تفسیر سیکھے، حدیث رسول صلی اللہ علیہ وسلم میں درک حاصل کرے، آپ کی سیرت طیبہ کو پڑھے، صحابہ کرام کی سیرتیں جانے اور یوں بعد کے علما و مشائخ کی حیات و خدمات پر بھی نظر رکھے؛ تاکہ اس کا طائرِ علم و فضل آسمانِ ترقی کی طرف رو بہ پرواز ہو سکے۔

یوں ہی زبان و بیان کی اِصلاح اور اس کی سلاست و بلاغت میں ترقی کے لیے اس کے قواعد و اُصول کا علم سیکھے اور مروّجہ زبان میں درک حاصل کرے۔

یاد رہے کہ فقہ تمام علوم کی جڑ ہے۔ اور وعظ و نصیحت اس کا پھل؛ نیز اس کے فوائد و برکات کو پھیلانے کا ایک مؤثر ذریعہ۔

عزیز وافر تمیز! مذکورہ علوم و فنون میں - اللہ کی توفیق سے - میں نے بہت ساری کتابیں تصنیف کی ہیں جو تمھیں متقدمین مصنّفین کی کتابوں سے بے نیاز کر دیں گی؛ لہٰذا کتابوں کی چھان بین اور تصنیف کتب کے لیے تمھیں یہاں وہاں مارے مارے پھرنے کی کوئی ضرورت نہیں ہے، میں نے وہ سب کچھ تمہارے لیے پہلے ہی مہیا کر دی ہیں۔ انسان کے حوصلے اس کی اپنی تساہلی کے باعث پژمردہ جاتے ہیں؛ ورنہ ان چیزوں سے انھیں کبھی سیری ہی نہیں ہوتی، اور اس کے بغیر انھیں چین ہی نہیں آتا۔

میں اس بات کو قطعی طور پر جانتا ہوں کہ ہمتیں انسانوں کے ساتھ پیدا ہوتی ہیں؛ ہاں بسا اوقات وہ پست ضرور پڑ جاتی ہیں تاہم کریدنے اور اُبھارنے سے وہ پھر چل پڑتی ہیں؛ لہٰذا جب کبھی اپنے اندر تساہلی دیکھو یا خود کو احساسِ کمتری کا شکار پاؤ تو اللہ کی بارگاہ سے توفیقِ خیر کی بھیک مانگو؛ اور اس بات کا یقین رکھو کہ تمھیں ہر خیر و نعمت اس کی طاعت و بندگی سے ہاتھ لگتی ہے، یوں ہی ہر نقصان اس کی معصیت و نافرمانی کی وجہ سے پہنچتا ہے۔

ذرا مجھے بتاؤ کہ وہ کون ہے کہ جس پر مولا اپنے عطا و نوال کی بارش فرمائے اور وہ بامراد نہ ہو سکے؟، اور جس سے وہ اپنی رحمت و نعمت روک لے وہ کچھ پا سکے؟؟ یا اپنے کسی مقصد میں مراد آشنا ہو سکے؟؟؟۔

دیکھو شاعر نے کتنے مزے کی بات کہی ہے :

و اللّٰهِ مَا جئتُكم زَائرًا إلَّا
رأيتُ الأرضَ تُطوَى لِي

وَلا ثَنيتُ العَزم عن بابِكُم
إلا تَعَثَّرتُ بأذيَالِي

یعنی قسم بخدا! جب میں تمہاری زیارت کے لیے آیا تو کیا دیکھا کہ زمین میرے لیے لپیٹ دی گئی ہے۔

لیکن جیسے ہی تمہارے دروازے سے ہٹنے کا اِرادہ کیا خود اپنے ہی دامن میں اُلجھ کر گر پڑا۔

پابندیِ شرع کا اِہتمام- نیز کچھ میری باتیں-

پسرِ عزیز ! جب بات حدودِ شریعت کی آجائے تو ایسے وقت اپنے نفس کا بطورِ خاص جائزہ لیا کرو۔ پھر تمھیں پتا چل جائے گا کہ اس کا بچاؤ کیسے کیا جاتا ہے؟ کیوں کہ جو

اپنے نفس کی حفاظت ورعایت میں کامیاب ہوگیا وہ صحیح معنوں میں کامیاب ہوگیا، اور جواس محاذ پر ناکام ہوگیا سمجھو وہ مارا گیا۔ لگے ہاتھوں میں تمھیں اپنے کچھ اَحوال بھی بتا دیتا ہوں تاکہ تمھیں میری بے تکان محنتوں کا کچھ اندازہ ہوسکے اور مجھے اپنی دعاے خیر میں یاد کرسکو۔

مجھ پر جو کچھ بھی اَفضال واِنعام ہوااور جو بھی عزتیں نصیب ہوئیں اس میں میرے اپنے کسب سے زیادہ میرے مولا کی نوازش وعنایت شامل ہے۔ مجھے یاد ہے کہ جب میں زندگی کی چھٹی بہار میں داخل ہوا تو مجھے مکتب کی نذر کردیا گیا، میں فطرتاً قوتِ ارادی کا بڑا دھنی واقع ہوا تھا۔ میں نے ہمیشہ اپنے سے بڑے بچوں سے یاری لگائی، اللہ جل مجدہ نے عالم طفولیت ہی میں مجھے عقل وشعور کی وہ پختگی عطا فرمادی تھی جو شیوخ کی عقل وخرد پر بھی بھاری تھی۔

مجھے یاد نہیں آتا کہ میں نے کبھی سرراہ کسی بچے کے ساتھ کھیل کود کیا ہو، اور نہ ہی میں کبھی کھلکھلا کر ہنسا۔ اندازہ لگاؤ کہ جس وقت میں کوئی سات سال کا تھا جامع مسجد کے حلقاتِ درس میں حاضری دیا کرتا تھا۔

میں نے اتنی سی معمولی عمر میں بھی کبھی خود کو کسی شعبدہ باز یا لفظ کے بازی گروں کے پاس جانے کی اِجازت نہ دی؛ بلکہ ایسے عالم میں میں محدثین کی تلاش میں سرگرداں پھرتا رہتا تھا۔ ان کی بارگاہ میں جاکر اپنی بساطِ شوق بچھادیتا تھا، جب میں ان سے کوئی حدیث سنتا تو نہ صرف وہ حدیث بلکہ اس کی طویل ترین سند بھی حفظ کرلیتا تھا، پھر جب گھر لوٹتا تو وہ ساری یادداشتیں قیدِ تحریر میں لاکر محفوظ کردیتا تھا۔

شیخ ابوالفضل ابن ناصر رحمہ اللہ (م۵۵۰ھ) اپنی خاص توجہ وعنایت مجھ پر مرکوز رکھتے، مجھے لے کر شیوخِ حدیث کے پاس جاتے، انھیں کی صحبتوں میں رہ کر مجھے مسند اور دیگر بڑی کتابوں کو سماع کرنے کا زرّیں موقع میسر آیا۔ نیز میں یہ سمجھنے سے قاصر تھا کہ ان

کی طرف سے مجھ پر یہ بے پایاں کرم کیوں ہو رہا ہے۔

ساتھ ہی انھوں نے میرے ملفوظات بھی جمع کیے، پھر جب میں سن بلوغ کو پہنچا تو انھوں نے وہ تحریر مجھے دکھایا، پھر میں نے ان کے فیضانِ صحبت کو اپنے اوپر لازم کرلیا تا آں کہ وہ اپنے مالک حقیقی سے جا ملے- اللہ انھیں جوارِ رحمت میں جگہ نصیب فرمائے- تو معرفت ونقل حدیث کا یہ شعور میرے اندر ان کی کرم نوازیوں سے بیدار ہوا۔

یہ وہی دور تھا جب کہ میرے ہم عمر بچے دریاے دجلہ پر جا کر موج مستی کرتے، اور پلوں پر چڑھ کر کھیل کود کیا کرتے تھے، اور میرا اپنا حال یہ تھا کہ (نفس کے ہزار لبھانے کے باوصف) چھوٹی سی عمر میں دنیا سے بے تعلق ہو کر حدیث کا کوئی صفحہ لیے گھر کے خلوت کدے میں ہوتا اور اپنے قصر علم کی تعمیر وترقی میں مشغول رہتا۔

پھر زہد وورع کی دولت نصیب ہوئی اور دنیا سے دل بیزار ہوگیا تو دن روزوں میں گزرنے لگا اور سفرِ زندگی کے لیے تھوڑے سے زادِ راہ پر میں نے قناعت کرلیا اور نفس کے گلے میں صبر وشکیب کا تعویذ ڈال دیا۔ یوں ہی کاروانِ حیات چلتا رہا، نیز یہ کہ نیم شبی کی خلوتوں میں اُٹھ کر مولا کو منانا اور دم سحر کی دعاؤں سے خود کو محظوظ کرنا میرا معمول تھا۔

پھر میں نے اپنے آپ کو علم کے کسی ایک فن کی تحصیل ہی پر قانع نہ ہونے دیا بلکہ بیک وقت سماعِ فقہ وحدیث اور وعظ وبیان سے گہرا شغف رہا؛ نیز زاہدانِ شب زندہ داروں کی صحبتوں سے بھی اکتساب فیض ونور کرتا رہا۔ ساتھ ہی علم لغت سے بھی آشنائی کی اور ایسا کوئی فن نہ چھوڑا جس سے کہ عموماً گوشہ نشینی اختیار کرلی جاتی ہے یا جس کے بارے میں بار بار تاکید کرنا پڑتی ہے۔

یوں ہی جب کوئی مہمان یا اجنبی آجاتا تو میں اس کی ضیافت کے لیے بچھ بچھ جاتا اور جو کچھ موجود ہوتا پوری فراخ دلی سے اس کے روبرو پیش کردیتا۔ اس طرح فضائل

وکمالات کی ہر شاخ پر میں نے اپنا آشیانہ بنانے کی حتی المقدور کوشش کی۔

یوں ہی جب کبھی بیک وقت دو کام نکل آتے تو ان میں اس کام کو زیادہ ترجیح دیتا جو حق الحق کا آئینہ دار ہوتا؛ لہٰذا پروردگار نے میرے لیے ان حکمت وتدبیر کے عقدے حل فرما دیے اور مجھے ہمیشہ خیر وصلاح کی توفیق سے نوازا، ساتھ ہی حاسدین واَعدائے دین کے مکر وفریب سے مجھے امان بخشا۔ اس نے میرے لیے اسباب علم بہم پہنچائے، اور میرے رزق کا اہتمام اس انوکھے انداز سے فرمایا جس کا میں تصور بھی نہیں کر سکتا۔ مجھے فہم وفراست، حفظ کی سرعت اور تصنیف وتالیف کی جدت وندرت سے بہرہ مند فرمایا۔ دنیا کی کسی چیز کا مجھے حاجت مند نہ کیا بلکہ جہاں جس چیز کی ضرورت ہوئی فوراً مہیا ہوئی اور امید سے زیادہ ملی۔

ان سب پر مستزاد یہ کہ مخلوق کے دلوں میں میری بے پایاں عقیدت وقبولیت کے چراغ روشن کر دیے، اور انھیں میری باتوں کا ایسا گرویدہ بنا دیا کہ ان کی صحت ودرستی کے سلسلہ میں ان پر کبھی کوئی شک نہیں گزرتا۔ میرے ہاتھوں قریباً دوسو ذمی دامن اسلام میں آباد ہوئے۔ میری مجلسوں میں لاکھوں سے زیادہ خوش بختوں کو توبہ ورجوع نصیب ہوا اور کوئی بیس ہزار سے زیادہ ایسی کتابوں کا مطالعہ کیا جو جاہلوں کے بس کی بات نہیں۔

سماعِ حدیث کے سلسلے میں میں مشائخ کے گھروں کے طواف کرتا رہتا تھا، کبھی کبھی دوری کا اِحساس نفس کے لیے باعث مشقت بن جاتا؛ تاہم میں نے شوق کو امام بنا کر اپنے اس سفر کو جاری رکھا۔ اندازہ لگاؤ کہ جب صبح ہوتی تو میز پر کھانے کے لیے کچھ نہ ہوتا تھا، یوں ہی شام کے وقت بھی بھوکا رہنا پڑتا؛ تاہم مولا نے کبھی کسی انسان کے سامنے جھکنے کی ذلت سے بچائے رکھا، اور اس نے خود ہی کہیں سے میری عزت پر پردہ رکھنے کے لیے رزق کا انتظام فرما دیا۔

اس طرح اگر میں اپنے اَحوال بسط وتفصیل کے ساتھ بیان کرنے پر آجاؤں تو دفتر اس کے متحمل نہ ہوسکیں گے۔تو مختصراً عرض یہ ہے کہ اب تم اپنے سر کی آنکھوں سے خود ہی دیکھو کہ میری حالت ونوبت کہاں پہنچ آئی ہے۔لواُن ساری کیفیات کو میں اللہ کی اس آیت کی روشنی میں بیان کیے دیتا ہوں :

وَ اتَّقُوا اللّٰهَ وَ يُعَلِّمُكُمُ اللّٰهُ o (سورۂ بقرہ:۲/۲۸۲)

اور اللہ سے ڈرتے رہو اور اللہ تمہیں (سب کچھ) سکھادے گا۔

توبہ میں جلدی اور وقت کی قدر و قیمت

نورِ نظر ! اپنے نفس کے تئیں ہمیشہ چوبندر ہنا،کبھی اس سے مطمئن نہ ہونا۔جو کچھ گناہ پہلے ہو چکے ان پر اشک ندامت بہاتے رہنا،اہل کمال سے اکتسابِ فیض،اور ان کی صحبتوں میں اُٹھنے بیٹھنے کا موقع میسر آئے تو اسے غنیمت جاننا،جب تک دم میں دم ہے اَپنی شاخِ عمل کو سرسبز وشاداب رکھنے کی کوشش کرتے رہنا۔

تمہاری زندگی کے جو لمحے بیکار بیت گئے ان کا سوچو،اُن میں خود تمہارے لیے درسِ عبرت موجود ہے۔تو نے لذتوں کے دام میں آکر عمر عزیز کی کتنی گھڑیاں گنوادیں اور فضل وکمال کے کتنے زینے طے کرنے سے محروم رہ گئے؛ حالاں کہ سلف صالحین-رحمہم اللہ- ہر قسم کے فضائل وکمالات کی تحصیل میں خود کو ہمہ تن مشغول رکھتے تھے،اگر ان میں سے کوئی ایک فضیلت بھی جاتی رہتی تو اس کے غم میں ان کی پلکوں سے اشکوں کے آبشار جاری ہوجاتے تھے۔

حضرت ابراہیم بن ادہم رحمہ اللہ (م۱۶۲ھ) فرماتے ہیں کہ ہم کسی بیمار عبادت گزار کی عیادت کے لیے گئے۔کیا دیکھتے ہیں کہ وہ اپنے دونوں قدموں پر نگاہیں جمائے ہوئے آہ وفغاں کررہا ہے۔

ہم نے پوچھا: یہ بتائیں اتنی گریہ وزاری کیوں کر رہے ہیں؟ فرمایا: ان قدموں کو اللہ کی راہ میں جادہ پیمائی نصیب نہ ہوئی۔ پھر دوبارہ رونے لگے تو پوچھا گیا: اب کیوں رو رہے ہیں؟، فرمایا: دراصل ایک دن میں روزہ نہ رکھ سکا تھا اور ایک مرتبہ رات کے قیام کی توفیق نہ مل سکی تھی۔

کاشانۂ دل کے مکیں ! تمہیں معلوم ہونا چاہیے کہ دنوں کی حقیقتیں گھنٹوں میں چھپی ہوئی ہیں، اور لمحے کے تار سانسوں سے بندھے ہوئے ہیں۔ یاد رہے کہ ہر سانس ایک خزانہ ہے۔ دیکھنا کہیں ایسا نہ ہو کہ تمہاری حیاتِ مستعار کی کوئی سانس بے کار چلی جائے، اور وہ نا آشنائے لذتِ عمل رہ جائے؛ کیوں کہ اِس خزانے کو عرصۂ محشر میں پھر کھلنا ہے؛ لہٰذا آگاہ رہنا کہ اسے خالی دیکھ کر کہیں تمہیں کف ندامت ملنے پر مجبور نہ ہونا پڑے۔

کسی شخص نے عامر بن عبد قیس رحمۃ اللہ علیہ سے عرض کیا کہ ذرا رُکیے مجھے آپ سے کچھ باتیں کرنی ہیں۔ فرمایا: پہلے سورج کو روکو۔

کچھ لوگ حضرت معروف کرخی رحمہ اللہ (م۲۰۰ھ) کی بارگاہ میں بیٹھے ہوئے تھے تو آپ نے فرمایا: آپ لوگوں کو اُٹھنے کی طبیعت نہیں چاہتی؟ ذرا سوچیں کہ آفتاب کا مالک اسے مستقل کھینچے جا رہا ہے، اور اسے ایک ذرا تکان نہیں آتی۔

حدیث شریف میں آتا ہے کہ 'سُبْحَانَ اللّٰہِ وَبِحَمْدِہٖ' پڑھنے والے کے لیے جنت میں ایک باغ لگا دیا جاتا ہے۔ اب ذرا فکر کو آنچ دے کر سوچو کہ اپنے قیمتی وقتوں کا ضیاع کرنے والا کتنے بہشتی باغات کھو بیٹھتا ہے!۔

سلف صالحین کا معمول یہ تھا کہ وہ ہر ہر لمحہ کو غنیمت جانتے تھے۔ اندازہ لگاؤ کہ حضرت کہمس بن حسن تمیمی علیہ الرحمہ (م۱۴۹ھ) شب و روز میں تین قرآن ختم فرمایا کرتے تھے۔

نیز ہمارے اَسلافِ کرام میں چالیس نفوسِ قدسیہ ایسی گزری ہیں جو عشا کے وضو سے نمازِ فجر اَدا کیا کرتی تھیں۔

حضرت رابعہ بصریہ علیہا الرحمہ (م۱۸۰ھ) کا حال یہ تھا کہ وہ پوری رات یادِ مولا میں اپنے پہلو کو بستر سے جدا رکھتیں، پھر جب سپیدۂ سحر پھوٹنے کا وقت آتا ذرا دیر کے لیے لیٹتیں، پھر گھبرائی ہوئی اُٹھتیں اور اپنے نفس سے مخاطب ہوکر کہتیں: ’اتنا نہ سویا کر قبر کے اندر بہت لمبی نیند سونا ہے‘۔

دنیا کی عمر بہت کم ہے لہٰذا اُسے غنیمت جانو

جسے دولت عرفان نہیں ملتی وہ دنیا کی عمر کو بہت زیادہ سمجھتا ہے؛ لیکن پس مرگ اسے معلوم ہوجائے گا کہ دنیا کا قیام کتنا مختصر تھا۔ بیٹے ! یاد رکھ کہ قبر میں پڑے رہنے کی مدت کافی طویل ہے۔ پھر عرصہ قیامت کا سوچو جس کا ایک دن پچاس ہزار سال کے برابر بتایا جاتا ہے۔ اس سے آگے جنت یا دوزخ میں دائمی قیام پر غور کرو تو اس کی کوئی حد ہی نہیں ہے!۔

اب دوبارہ دنیوی زندگی کا جائزہ لو۔ فرض کرو کہ ایک شخص کو ساٹھ سال کی زندگی ملی، تیس سال تو اس نے سونے میں گنوادیے، اور قریباً پندرہ سال بچپن کے لاابالی پن میں گزر گئے۔ اب جو باقی بچے، ان کا اگر دیانت داری سے جائزہ لو تو زیادہ تر اوقات لذات وشہوات اور کھانے کمانے میں بیت گئے۔ اب جو تھوڑی بہت کمائی آخرت کے لیے کی تھی اس کا اکثر حصہ غفلت اور نام ونمود کی نحوست سے اَٹا ہوا ہے۔ اب بتاؤ وہ کس منہ سے حیاتِ سرمدی کا سودا کرے گا۔ اور یہ سارا کا سارا سودا انھیں گھڑیوں اور سانسوں پر موقوف تھا!۔

اِحساسِ کمتری سے نکلو اور سمندِ عمل کو مہمیز کرو

جانِ پدر ! ماضی کی غلطیوں کو یاد کر کے اپنے اندر اِنابت و رجوع کی للک پیدا کرو۔ ایسا نہ ہو کہ ان نابکاریوں سے مایوس ہو کر عمل خیر کا جوش ہی ٹھنڈا پڑ جائے۔ تجھے معلوم ہونا چاہیے کہ دنیا کی تاریخ میں نہ معلوم کتنے خوش بختوں کی زندگی میں شامِ غفلت کے بعد بیداری کی سحر، طلوع ہوئی ہے۔

یہ دیکھو شیخ ابوحکیم نہروانی (م ۵۵۶ھ) نے (اپنے والد ماجد) قاضی القضاۃ ابوالحسن علی بن محمد دامغانی رحمہ اللہ (م ۴۷۸ھ) کے حوالے سے کتنا روح پرور واقعہ بیان فرمایا ہے۔ کہتے ہیں کہ میں اپنے عالم طفولیت میں شجاعت و دلیری کے کاموں میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیتا تھا اور علم واَدب سے میرا کوئی خاص سروکار نہ تھا۔

ایک دن حضرت محمد بن علی دامغانی - رحمہ اللہ - نے مجھے یاد کیا اور فرمایا: بیٹے! مجھے ہمیشہ تمہارے درمیان باقی نہیں رہنا؛ لہٰذا ایسا کرو کہ یہ بیس دینار پکڑو اور کہیں نان کی دوکان کھول کر خود اپنے معاش کے کفیل بنو۔

میں نے عرض کیا: آپ یہ کیا کہہ رہے ہیں؟۔

فرمایا: اگر وہ نہیں کر سکتے تو جاؤ کہیں پارچہ فروشی کی دکان ڈال لو۔

میں نے عرض کیا: آپ کس چیز کا مجھے حکم دے رہے ہیں؟۔ میں قاضی القضاۃ ابوعبد اللہ دامغانی کا لختِ جگر ہوں۔ کیا یہ چیزیں میرے لیے زیبا ہیں!۔

فرمایا: جب تمہیں اپنے باپ کی وراثت کا اِتنا ہی خیال ہے تو علم وآ گہی سے اپنا تعلق اُستوار کیوں نہیں کرتے!۔

میں نے کہا: ٹھیک ہے پھر آج سے میرے درس کا اہتمام فرمائیں؛ چنانچہ انھوں

نے میری تعلیم کا آغاز فرما دیا، ازاں بعد علم کے میدان میں میری دلچسپی بڑھتی چلی گئی اور میری بے تکان جدوجہد کے نتیجے میں پروردگار نے فضل وکمال کے سارے در مجھ پر وا فرما دیے۔

حضرت ابومحمد عبد الرحمٰن بن محمد حلوانی رحمہ اللہ (م۵۰۵ھ) کے کسی رازداں نے مجھے بتایا کہ وہ فرمایا کرتے تھے: جس وقت میرے والد کا اِنتقال ہوا میری عمر کوئی اکیس سال رہی ہوگی، اور میں لوگوں میں اپنی بے کاری اور آوارگی کی وجہ سے جانا جاتا تھا۔ ایک مرتبہ میں اپنے موروثہ کسی مکان کے رہائش نشینوں سے تقاضہ کرنے گیا تو وہ کہنے لگے: دیکھو آ گیا غیر کے ٹکڑوں پر پلنے والا!۔

یہ سن کر میں نے اپنے جی میں کہا: لوگ مجھے ایسا کہتے ہیں!۔ پھر میں وہاں سے سیدھا اپنی والدہ کے پاس آیا اور عرض کیا: جب آپ کو میری ضرورت پڑے تو مجھے شیخ ابوالخطاب (محفوظ بن احمد کلودانی [م۵۱۰ھ]) کی مسجد سے بلوا لیجیے گا، پھر میں نے ان کی بافیض صحبت اپنے اوپر ایسی لازم کر لی کہ سوائے فطری ضرورت کے باہر نہ جاتا تھا، پھر ایک وقت وہ بھی آیا کہ میں اپنے وقت کا قاضی ہو گیا۔

میں (ابن جوزی) کہتا ہوں کہ میں نے اپنی ان آنکھوں سے انھیں خود فتوے دیتے اور مناظرے کرتے دیکھا ہے۔

شب وروز کا تربیتی انداز

پیارے بیٹے ! طلوعِ فجر کے وقت جاگ جانے کی عادت ڈالو، وہ وقت بڑا گراں مایہ ہوتا ہے؛ لہٰذا اس وقت بطورِ خاص دنیا کی کوئی بات نہ کرنا؛ کیوں کہ سلف صالحین -رحمہم اللہ- کا یہ معمول تھا کہ وہ اُس وقت (اُمورَ دینیہ کے علاوہ) دنیا کے کسی معاملے کو زیر بحث نہیں لاتے تھے۔

جب نیند سے بیدار ہوتو یہ دعا پڑھنا نہ بھولو :

الحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِي أحيَانَا بَعْدَ مَا أمَاتَنَا وَ إلَيْهِ النُّشُورُ (۱) ، الحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْ يُمْسِكُ السَّمَآءَ أنْ تَقَعَ عَلَى الأرْضِ إلَّا بِإذْنِهٖ إنَّ اللّٰهَ بِالنَّاسِ لَرَؤُوفٌ رَّحِيْمٌ ٥ (۲)

یعنی تمام تعریفیں اللہ جل مجدہ کے لیے ہیں جس نے ہمیں وادیِ موت میں اُتر جانے کے بعد دوبارہ زندگی بخشی اور انجام کار اسی کی طرف پلٹ کر جانا ہے۔ ہر قسم کی حمد وثنا اس مالک الملک کے لیے زیبا ہیں جو آسمان (یعنی خلائی وفضائی کرّوں) کو زمین پر گرنے سے (ایک آفاقی نظام کے ذریعہ) تھامے ہوئے ہے مگر اسی کے حکم سے (جب وہ چاہے گا آپس میں ٹکرا جائیں گے) بے شک اللہ تمام انسانوں کے ساتھ نہایت شفقت فرمانے والا بڑا مہربان ہے۔

پھر فطری ضرورتوں کی تکمیل کے بعد باطہارت ہوکر قلب وباطن کے پورے جھکاؤ کے ساتھ سنت فجر اَدا کرو پھر اَدائے فرض کے لیے سراپا اَدب بن کر مسجد پہنچو۔ ہو سکے تو سرِراہ یہ دعا پڑھ لو :

اللّٰهُمَّ إنِّي أسْئَلُكَ بِحَقِّ السَّائِلِيْنَ عَلَيْكَ وَ بِحَقِّ مَمْشَايَ هٰذَا إنِّي لَمْ أخْرُجْ أشَراً وَ لاَ بَطَراً و لاَ رِيَاءً وَ لاَ سُمْعَةً خَرَجْتُ اِتِّقَاءَ سَخَطِكَ وَ ابْتِغَاءَ مَرْضَاتِكَ أسْئَلُكَ أنْ تُجِيْرَنِي مِنَ النَّارِ وَ أنْ تَغْفِرُ لِي ذُنُوبِي إنَّه لاَ يَغْفِرُ الذُّنُوبَ إلَّا أنْتَ ٥ (۳)

---

(۱) صحیح بخاری:۲۱/۹۴حدیث:۶۳۱۲......صحیح مسلم:۱۷/۳۵۰حدیث:۷۰۶۲......سنن ابوداؤد:۱۴/۴۰۳ حدیث:۵۰۵۱......سنن ترمذی:۱۲/۳۳۵حدیث:۳۷۴۵......سنن ابن ماجہ:۱۱/۴۹۳ حدیث:۴۰۱۳ ......صحیح ابن حبان:۲۳/ ۸۸حدیث:۵۶۲۳......سنن کبریٰ نسائی:۶/۱۹۲حدیث:۱۰۶۰۸......شعب الایمان بیہقی:۹/۴۱۳حدیث:۴۲۱۳......شرح السنہ بغوی:۲/۴۳۲۔

(۳) صحیح ابن حبان:۱۲/۳۴۳ حدیث: ۵۵۳۳......مستدرک حاکم:۵/۶۷حدیث:۱۹۶۹......جمع الجوامع سیوطی:۱/۱۸۹۰حدیث:۱۵۵۳......سنن کبریٰ نسائی:۶/۲۱۳حدیث:۱۰۶۹۰۔

(۳) سنن ابن ماجہ:۳/۵۱حدیث:۸۲۷......مسند احمد بن حنبل:۲۳/۴۸۷حدیث:۱۱۴۵۵۔

یعنی اے اللہ! تیری بارگاہ میں اُٹھے ہوئے منگتوں کے ہاتھوں اور تیرے گھر کی طرف اُٹھتے ہوئے قدموں کے تصدق میں تجھ سے سوال کرتا ہوں کہ میرا یہ نکلنا تساہلی و برائی اور ریا و دکھاوے کا نکلنا ثابت نہ ہو۔ تیرے غضب سے ڈرتے ہوئے تیری رضا کی تلاش میں نکل آیا ہوں۔ تجھ سے بس یہی التجا ہے کہ مجھے آتشِ جہنم سے آزاد فرما، میرے گناہوں کو غلط کردے؛ کیوں کہ بلاشبہہ وہ تو ہی ہے جو گناہوں کو معاف کردیا کرتا ہے۔

مقدور بھر کوشش کیا کرو کہ اِمام کے دائیں طرف نماز پڑھنے کی سعادت نصیب ہو۔ نماز سے فارغ ہوکر دس مرتبہ 'لاَ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لاَ شَرِيكَ لَهٗ ، لَهُ الْمُلْكُ وَ لَهُ الْحَمْدُ وَ هُوَ عَلٰى كُلِّ شَيءٍ قَدِيْرٌ (۱)' پڑھا کرو۔ پھر دس مرتبہ 'سُبْحَانَ اللّٰهِ' دس مرتبہ 'الْحَمْدُ لِلّٰهِ' اور دس مرتبہ 'اَللّٰهُ اَكْبَرُ' کہہ کر آیت الکرسی پڑھ لیا کرو، اور پھر اللہ تعالیٰ سے قبولیت نماز کی دعا مانگو۔ اگر دل جمے تو وہیں بیٹھ کر طلوعِ آفتاب بلکہ اس کے بلند ہونے تک ذِکرِ الٰہی میں مشغول رہو، پھر (نمازِ اِشراق کی) جتنی رکعتیں ہوسکیں اَدا کرو، آٹھ ہوں تو بہتر ہے۔

شب و روز کے معمولات

اب سورج کی کرنیں ہر سو بکھر چکی ہیں، اپنے آپ کو علم کی گتھی سلجھانے میں لگا دو۔ ان میں سب سے زیادہ اہم صحتِ قراءتِ قرآن ہے، پھر فقہ۔ اگر تم چاشت کے وقت تک اپنے اَسباق کی تیاری کرلو تو صلوٰۃ الضحیٰ کی آٹھ رکعتیں پڑھنا نہ بھولو۔ پھر مطالعہ کتب یا تحریر و کتابت کا مشغلہ عصر تک جاری رکھو۔ عصر سے مغرب تک پھر اپنے اسباق کی تیاری

(۱) صحیح بخاری:۲۱/ ۲۴۵ حدیث:۶۴۰۴ ...... معجم کبیر طبرانی:۴/ ۲۲۳ حدیث:۳۹۱۶ ...... جمع الجوامع سیوطی: ۱/ ۲۳۸۱۶ حدیث:۵۹۱۴۔

میں جٹ جاؤ۔ نمازِ مغرب کے بعد دو رکعتیں خاص طور سے پڑھ لیا کرو، جس میں دو جزءِ قرآن کی تلاوت کیا کرو۔ اب نمازِ عشا کے بعد پھر اپنے اَسباق کو یاد کرنے میں منہمک ہو جاؤ۔

جب بستر پر جاؤ تو تینتیس مرتبہ 'سُبحَانَ اللّٰہِ' تینتیس مرتبہ 'الحَمدُ للّٰہ' اور چونتیس مرتبہ 'اللّٰہُ اکبرُ'(۱) کا ورد کرکے یہ دعا پڑھو :

اللّٰھُمَّ قِنِي عَذَابَکَ یَومَ تَجْمَعُ عِبَادَکَ o (۲)

مولا! جس دن (یعنی بروزِ قیامت) بندوں کی شیرازہ بندی ہوگی اس دن اپنے عذاب وعتاب سے ہمیں بچالینا۔

جب نیند سے آنکھیں کھلیں، فوراً اپنے پہلو کو خواب گاہ سے جدا کردو اور یہ سمجھو کہ نفس نے اپنا کام پورا کرلیا ہے؛ لہٰذا اُٹھو اور جا کر وضو کرو، اور نیم شبی کی خلوتوں میں جتنا ہو سکے پروردگار کی بارگاہ میں سجدوں کا خراج پیش کرو، اوسطاً دو رکعتیں اَدا کرو ان کے بعد پھر دو مزید رکعتیں جن میں دو جزءِ قرآن کی تلاوت کرو۔ ازاں بعد تحصیلِ علم اور اپنے اَسباق کی تیاری میں لگ جاؤ؛ کیوں کہ علم بہر حال ہر طرح کے نوافل سے افضل ہے۔

خلوت نشینی اور علم

تنہائی وعزلت نشینی کو اپنے اوپر لازم کرلو؛ کیوں کہ اس سے خیر کے چشمے پھوٹتے

(۱) صحیح بخاری:۲۱/۱۰۴حدیث:۶۳۱۸۔

(۲) سنن ترمذی:۱۲/۳۰۶ حدیث: ۳۷۲۶...... مسند حمیدی:۲/۳۶ حدیث:۴۷۱...... سنن نسائی کبریٰ: ۶/۱۸۸حدیث: ۱۰۵۹۲...... مسند ابویعلی موصلی:۳/۲۴۳حدیث: ۱۶۸۲...... مسند احمد بن حنبل:۱/۳۹۴ حدیث: ۳۷۴۲...... مسند اسحٰق بن راہویہ:۴/۱۹۰حدیث:۶......مسند ابن ابی شیبہ:۵/۳۲۴ حدیث: ۲۶۵۳۸......اتحاف الخیرۃ المہرۃ بزوائد المسانید العشرۃ:۲/۲۱۔

ہیں۔ برے اور بے فیض دوستوں کی صحبت سے کلیۃً اِجتناب کرو؛ بہتر تو یہی ہے کہ کتابوں کو اپنا دوست، اور اَسلافِ کرام کی سیرتوں کو اپنا آئیڈیل بناؤ۔ ایسے علم وفن کو اپنے گردنہ بھٹکنے دو جس سے پہلوں کی عظمتوں پر آنچ آتی ہو، اور علم وعمل کو کارآمد بنانے میں اَرباب فضل وکمال کی سیرت وسوانح سے روشنی حاصل کرو، اس سے کم پر کبھی راضی نہ ہونا۔ دیکھو کسی شاعر نے کیسے پتے کی بات کہی ہے :

و لم أرَ في عيوبِ النَّاس شيئاً

كنقصِ القادرينَ علَى التمامِ

یعنی کام کو بحسن وخوبی انجام دینے پر قدرت رکھنے والوں کی کوتاہی کے مثل میں نے لوگوں میں کوئی عیب نہیں دیکھا۔

پسرارجمند! اس بات کو دِل کی تختی پر بٹھالے کہ نورِ علم نے نہ معلوم کتنے بے نشانوں کے گھر روشن کردیے ہیں۔ دنیاے تاریخ میں ایسے اَرباب علم کی ایک لمبی فہرست ہے جن کے حسب ونسب کا کوئی اَتا پتا نہیں اور حسن وجمال کی انھیں ہوا تک نہیں لگی؛ لیکن وہ قوم کے اِمام ہوئے۔ شاید تمہیں معلوم نہیں کہ حضرت عطا بن ابی رباح (م۱۱۴ھ) کتنے سیاہ فام اور مکروہ خلقت تھے۔

ایک مرتبہ خلیفہ وقت سلیمان بن عبد الملک (م۹۹ھ) اپنے دوصاحبزادوں کے ساتھ ان کی بارگاہ میں حاضر ہوا تو وہ ان سے دین کے مسائل پوچھنے لگے تو انھوں نے ان سے بات چیت تو کی مگر اخیر وقت تک اپنا چہرہ اُن سے چھپائے رکھا۔ چنانچہ خلیفہ سلیمان کو اپنے بچوں سے کہنا پڑا: چلو اَب چلتے ہیں کہیں ایسا نہ ہو کہ تمہارے طلب علم کا جوش وخروش ٹھنڈا پڑ جائے۔ میں اس سیاہ فام غلام کے سامنے اپنی ذلت بھول نہیں سکتا۔

اور وقت کی عظیم وجلیل ہستی حضرت حسن بصری (م۱۱۰ھ) کون تھے؟ ایک غلام ہی تو۔ یوں ہی ابن سیرین (م۱۱۰ھ)، شیخ مکحول (م۱۱۲ھ) اور بہت سے دیگر اکابر؛ مگر انھیں جو عزت و وقار ملا اور لوگوں کے دل میں اُن کی عظمت ومحبت کی جو شمع فروزاں ہوئی تو اس میں بس اُن کے علم وعمل اور تقویٰ وطہارت کا دخل تھا۔

تقویٰ وطہارت کی فضیلت

عزیز بیٹے ! اپنی عزت وحرمت کا خاص خیال رکھو، اور دنیا کے دام ہمرنگ زمین سے بچو، یوں ہی دنیاداروں کا اِحترام اپنے دل کے آبگینے میں کبھی نہ اُترنے دینا۔ قناعت پسندی اِختیار کرو، عزت دینے والا لوگوں کے دل تمہاری محبت سے آباد کردے گا۔ عربی کا کتنا پیارا محاورہ ہے :

من قنع بالخبز و البقل لم يستعبده أحد .

یعنی جس نے روٹی اور سبزی پر قناعت کرلی وہ کبھی کسی کا غلام نہیں بنا۔

ایک دیہاتی شہر بصرہ کا جائزہ لیتے ہوئے پوچھتا ہے کہ اس شہر کا سردار کون ہے؟ جواب ملا: حسن بصری۔ پوچھا: یہ ان کے سردار کیسے اور کب سے بن گئے؟۔

فرمایا: اِنھیں اُن کی دنیا سے کوئی سروکار نہیں؛ لیکن وہ ہر قدم پر ان کے علم وہدایت کے محتاج ہیں۔

نورِ دیدہ! تمہاری معلومات کے لیے عرض کیے دوں کہ میرے والد (اور تمہارے دادا) بڑے مالدار تھے، اور اپنے پیچھے مال ودولت کا ایک انبار چھوڑ کر گئے۔

اُس وقت تمہارا باپ ننھی عمر کا ایک بچہ تھا۔ سن بلوغ تک پہنچنے تک اس موروثی مال سے اس کی بہترین تربیت ہوتی رہی؛ لیکن جب وہ عاقل وبالغ ہوا تو دو گھر کے سوا اور کچھ

اس کے ہاتھ نہ آیا، ایک میں تو وہ خود سکونت پذیر تھا اور دوسرا کرایہ داروں سے آباد تھا۔

ایک دن اسے کوئی بیس دینار دے کر کہا گیا: یہ تمہارا سارا ترکہ ہے اور باپ کی وراثت سے یہ تمہارا حصہ ہے؛ چنانچہ میں نے وہ دینار لیے اور جا کر سارے پیسوں کی علمی کتابیں خرید لیں۔

پھر دونوں گھر بھی فروخت کر دیے، اور ان کے پیسے طلب علم میں لگا دیے، پھر ایک وقت وہ بھی آیا کہ میرے پاس کچھ مال بھی نہ بچا؛ لیکن تمہارا باپ غیور تھا اس نے کبھی بھی اوروں کی طرح دنیا طلبی میں کسی کے سامنے ہاتھ نہ پھیلائے۔ دیگر خطبا و مقررین کی طرح شہر در شہر دورے کر کے پیسے نہیں جٹائے، اور نہ کبھی کسی کے پاس کچھ مانگنے کے لیے کوئی رقعہ بھیجا؛ پھر بھی اس کے سارے کام بہت خوب چل رہے ہیں۔ فرمانِ رب العزت ہے:

وَ مَنۡ یَّتَّقِ اللّٰہَ یَجۡعَلۡ لَّہٗ مَخۡرَجاً وَّ یَرۡزُقۡہُ مِنۡ حَیۡثُ لاَ یَحۡتَسِبُ ۝ (۱)

اور جو اللہ سے ڈرتا ہے وہ اس کے لیے (دنیا و آخرت کے رنج و غم سے) نکلنے کی راہ پیدا فرما دیتا ہے اور اسے ایسی جگہ سے رزق عطا فرماتا ہے جہاں سے اس کا گمان بھی نہیں ہوتا۔

تقویٰ بہترین توشۂ راہ

نورِ نگاہ! جب تقویٰ و طہارت کی چول صحت و درستی پر قائم ہوگی تو روے خیر و صلاح تم بے نقاب دیکھ لوگے۔ صاحب تقویٰ کی شان یہ ہوتی ہے کہ وہ خلق خدا کے دکھاوے

(۱) سورۂ طلاق:۶۵/۳۔

کے لیے کچھ نہیں کرتا (جو کرتا ہے محض رضاے مولا کے لیے کرتا ہے) اور ایسی چیزوں کو ہاتھ بھی نہیں لگاتا جو اس کے دین و ایمان کے لیے مضرت رساں ہوں۔ سیدھی سی بات ہے جو اللہ سبحانہ وتعالیٰ کے حدود و حقوق کی رعایت کرتا ہے، پروردگارِ عالم خود اُس کی حفاظت فرماتا ہے۔

جیسا کہ پیغمبر اسلام تاجدارِ کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے فرمایا :

اِحْفِظِ اللّٰہَ یَحْفَظْکَ ، اِحْفِظِ اللّٰہَ تَجِدْہُ أمَامَکَ ... ٥ (۱)

یعنی اللہ (کے فرامین) کی حفاظت کرو، اللہ خود تمہارا محافظ بن جائے گا، اور جب تم اللہ کے حقوق کی رعایت کروگے تو ہر کام میں تم اسے پیش پیش پاؤ گے۔ (یعنی مددگار)

جگر پارے ! حضرت یونس علیہ الصلوٰۃ والسلام کے واقعہ پر غور کرو تو تم پر خود بخود عیاں ہو جائے گا کہ اُن کے پاس اعمالِ خیر کا جو ذخیرہ موجود تھا محض اس نے انھیں مشکل کی گھڑی سے نجات دلوائی۔ اللہ جل مجدہ فرماتا ہے :

فَلَولاَ أنَّہُ کَانَ مِنَ الْمُسَبِّحِیْنَ لَلَبِثَ فِي بَطْنِہٖ إلٰی یَومِ یُبْعَثُونَ ٥ (۲)

پھر اگر وہ (اللہ کی) تسبیح کرنے والوں میں سے نہ ہوتے تو اس (مچھلی) کے پیٹ میں اُس دن تک رہتے جب لوگ (قبروں سے) اُٹھائے جائیں گے۔

اب قصۂ فرعون کا جائزہ لو کہ اس کا دامن حیات ‘عمل خیر اور اچھائیوں سے یکسر

---

(۱) مسند عبد بن حمید:۲/۲۵۴حدیث: ۶۳۸ ...... شعب الایمان بیہقی:۳/۱۳۵حدیث: ۱۰۸۹...... مستدرک حاکم:۱۴/۴۰۷حدیث: ۶۳۶۴ ...... مسند شہاب قضاعی:۳/۱۵۵حدیث:۶۹۵ ...... مسند احمد بن حنبل:۶/۳۸۳حدیث:۲۸۵۷......مجمع الزوائد ومنبع الفوائد:۷/۱۰۸حدیث:۱۱۷۸۵۔

(۲) سورۂ صافات:۱۴۳تا۱۴۴۔

خالی تھا پھر کیا ہوا کہ وہ بے موت مارا گیا، اور اس کی مشکل میں کچھ کام نہ آیا۔ اِرشادِ خداوندی ہوا :

آلْئٰنَ وَ قَدْ عَصَيْتَ قَبْلُ ٥ (۱)

اب (ایمان لاتا ہے!) حالاں کہ تو پہلے (مسلسل) نافرمانی کرتا رہا ہے۔

لہٰذا زندگی کی بچی کھچی سانسوں کو تم نیکیوں اور تقویٰ وطہارت کے پھول سے آراستہ کرلو، اُس کی تاثیر و برکت (دارین میں) کھلے آسمان کی طرح دیکھو گے۔

حدیث رسالت مآب میں آتا ہے :

ما من شاب اتقَى اللّٰه تعالىٰ في شبابه إلا رفعَه اللّٰه تعالىٰ في كِبَره ٥ (۲)

یعنی جو شخص بھی اپنے عہد شباب کو تقویٰ الٰہی اور خشیت مولا سے آباد رکھتا ہے پروردگارِ عالم (عالم جوانی میں عزت دینے کے ساتھ ساتھ) اس کے بڑھاپے کو بھی قابل قدر اور باعث عزت بنا دیتا ہے۔

اِرشادِ باری تعالیٰ ہے :

وَ لَمَّا بَلَغَ أشُدَّهُ آتَيْنَاهُ حُكْماً وَّ عِلْماً وَّ كَذٰلِكَ نَجْزِى الْمُحْسِنِيْنَ ٥ (۳)

---

(۱) سورۂ یونس: ۱۰/۹۱۔

(۲) یہ روایت مجھے کہیں نہیں ملی۔ ہاں اس مضمون کی ایک روایت یوں ملتی ہے :

☆ ما من شاب يدع لذة الدنيا ولهوها و يستقبل بشبابه طاعة اللّٰه الا اعطاه اللّٰه اجر اثنين و سبعين صديقا . (جمع الجوامع:۲۱۳۱۴ حدیث:۱۱۵۶......حلیۃ الاولیاء۴/۱۳۹......جامع الاحادیث:۱۹/۱۷۹ حدیث:۲۰۵۱۲......جامع الاحادیث القدسیہ:۱/۶۳ حدیث:۱۰۸۸۶) -چریاکوٹی-

(۳) سورۂ یوسف: ۱۲/۲۲۔

یعنی اور جب وہ اپنے کمالِ شباب کو پہنچ گیا (تو) ہم نے اسے حکمِ (نبوت)
اور علمِ (تعبیر) عطا فرمایا، اور اسی طرح ہم نیکوکاروں کو صلہ بخشا کرتے ہیں۔

فرزندارجمند ! تجھے ایک تجربے کی بات بتائے دیتا ہوں کہ دخائرِ اعمال میں سب سے بڑی نیکی یہ ہے کہ نامحرم سے نگاہوں کی حفاظت کی جائے، اور فضول و عبث باتوں سے زبان کو روکا جائے۔ نیز حدودِ الٰہیہ کی رعایت کے ساتھ نفسانی خواہشات پر اَوامرِ الٰہی کو مقدم رکھا جائے۔ تمھیں زمانۂ ماضی کے اُن تین بندوں والی حدیث معلوم ہوگی جو کسی غار کے اندر گھسے تو اوپر سے ایک چٹان نے ان کا راستہ بند کر دیا۔ انھوں نے چٹان ہٹانے کی ہزار جتن کی؛ مگر کامیاب نہ ہوئے۔

تینوں نے اس اَمر پر اتفاق کیا کہ اب اس کے علاوہ کوئی راستہ نہیں کہ ہم باری تعالیٰ سے دعا کریں اور اپنے نیک عمل کے وسیلے سے نجات کے طلب گار ہوں۔ چنانچہ ان میں سے ایک نے جنابِ باری میں عرض کیا: بارِ الٰہا! تجھے معلوم ہے کہ میرے والدین بھی تھے اور بچے بھی؛ مگر میں ہمیشہ پہلے اپنے والدین کو سیراب کر کے پھر بچوں کو دودھ پلایا کرتا تھا، میرا وہ کام اگر خالص تیری رضا کے لیے ہوا ہو تو اس کی برکت سے اس مشکل میں آسانی پیدا فرمایا؛ چنانچہ غار کے دہانے سے ایک تہائی چٹان کھسک گئی۔

دوسرے نے کہا: مولا! میں نے چند مزدور کرائے پر حاصل کیے تھے، اور ان سب کو اُجرت دے دی تھی، صرف ایک شخص ایسا باقی رہ گیا تھا جو اپنی اُجرت لیے بغیر چلا گیا تھا۔ پھر میں نے اس کی اُجرت کی رقم تجارت میں لگا دی، اس کا مال بے حساب بڑھتا چلا گیا۔

ایک دن وہ شخص آیا اور کہنے لگا: اے بندۂ خدا! میری اُجرت دے۔ میں نے اس سے کہا کہ یہ سب اونٹ، گائیں، بکریاں اور غلام تیری اُجرت ہیں۔ اس نے کہا: کیا تو مذاق کر رہا ہے؟۔

میں نے کہا: یہ مذاق نہیں ہے تو اپنا مال اُٹھا اور جہاں چاہے لے جا؛ چنانچہ وہ اپنے تمام جانور اور غلام ہنکا کر لے گیا۔ اے پروردگار! اگر میں نے یہ کام تیری رضا کے لیے کیا ہو تو ہم پر مہربانی فرمایا؛ چنانچہ چٹان دوتہائی کھسک گئی؛ مگر اتنی نہیں کہ اس سے وہ باہر نکل سکیں۔

تیسرے نے کہا: اے اللہ! ایک بار اپنی چچازاد بیٹی پر میرا دل آ گیا تو جیسے ہی میں اس کے قریب گیا وہ بول اُٹھی: کچھ تو اللہ کا خوف کر، یہ سن کر میں خوف زدہ ہو گیا اور اپنے ناپاک اِرادے سے باز آ گیا۔ اب اگر ایسا میں نے تیری رضا کے لیے کیا ہو تو ہم پر راستہ کشادہ فرمادے؛ چنانچہ وہ چٹان ہٹ گئی اور وہ باسلامت باہر نکل آئے۔

حضرت سفیان ثوری رحمہ اللہ (م۱۶۱ھ) کو خواب میں دیکھ کر پوچھا گیا: اللہ تعالیٰ نے آپ کے ساتھ کیا معاملہ کیا؟، فرمایا: جیسے ہی مجھے زیرِلحد رکھا گیا، میری مولا جل وعلا کی بارگاہ میں پیشی ہوئی، اور پھر لگے ہاتھوں مجھے جنت میں داخل ہونے کا پروانہ جاری ہو گیا۔

اب جب میں اس کے اندر داخل ہوا تو کوئی کہنے والا کہہ رہا تھا: کیا تم سفیان ہو!۔ میں نے کہا: ہاں سفیان ہی ہوں۔ فرمایا: اُن دِنوں کو یاد کرو جن میں تم نے اپنی خواہشوں پر ذاتِ باری تعالیٰ کو ترجیح دیا تھا۔

میں نے کہا: ہاں یاد ہیں۔ پھر اتنے میں بہشت کے دسترخوان قطار درقطار میرے لیے بچھا دیے گئے اور جنتی حوروں نے مجھے اپنے گھیرے میں لے لیا۔

علم وعمل کا باہمی رشتہ

سعادت مند بیٹے! اپنے حوصلہ و ہمت کو بال و پر دے کر فضل و کمال کی فضاؤں میں مائل پرواز ہو جا۔ دنیا میں کچھ لوگ وہ ہیں جو زہد کے دروازے سے آگے

نہیں بڑھنا چاہتے، اور کچھ لوگ تو (عمل سے بے پرواہو کر) محض علم کے پیچھے پڑ گئے؛ مگر اس سے آگے کچھ عالی بخت وہ ہیں جنھوں نے علم کامل کے ساتھ عمل صالح کو بھی پروان چڑھایا۔

تیری معلومات کے لیے بتائے دیتا ہوں کہ مجھے تابعین اور اُن کے بعد کے لوگوں کی سیرت وسوانح پڑھنے کی سعادت نصیب ہوئی ہے؛ لیکن چار نفوسِ قدسیہ سے بڑھ کر فضل وکمال کا حامل میں نے کسی کو نہ دیکھا: سعید بن مسیّب (م۹۴ھ)، سفیان ثوری (م۱۶۱ھ)، حسن بصری (م۱۱۰ھ) اور احمد بن حنبل (م۲۴۱ھ)- علیہم الرحمۃ والرضوان- اور یہ وہ لوگ ہیں جن کے عزم و اِرادے فولاد کی مانند تھے، اور وہ صحیح معنوں میں مردِ میداں تھے؛ مگر وہ حوصلے اور ہمتیں اب ہم میں جواب دے گئیں!۔

اسلافِ کرام میں ایسے بہت ہوئے ہیں جو عزم و اِیقان کے دھنی تھے۔ اگر تمھیں ان کے احوال وکوائف کی سچی جستجو ہو تو میری کتاب ''صفۃ الصفوۃ'' میں تلاش کرلو؛ ورنہ میں نے ''اخبارِ سعید''، اخبارِ سفیان'' اور ''اخبارِ احمد بن حنبل'' کے نام سے الگ الگ کتابیں بھی مرتب کی ہیں وہاں سے شہد معلومات کشید کرلو۔

حفظ وصدق کی اہمیت

راحت دل وجاں ! تجھے پتا ہوگا کہ میں نے کوئی سو کتابیں تصنیف کی ہیں، ان میں سے کچھ تو بہت ضخیم ہیں جیسے بیس جلدوں پر مشتمل ''تفسیر کبیر''۔ بیس جلدوں میں ''تاریخ''، یوں ہی بیس جلدوں میں پھیلی ''تہذیب المسند'' اور کچھ کتابیں پانچ جلدوں کی ہیں، کچھ چار کی، کچھ تین کی اور کچھ دو کی یوں ہی کم وبیش۔

تمہارے باپ کا یہ ورثۂ تصنیف تمھیں از خود کتابیں لکھنے یا کتابیں خریدنے اور دوسروں سے عاریۃً لینے سے بے نیاز کردے گا؛ لہٰذا اِن کتابوں کی حفاظت کے ساتھ انھیں

اپنے قلب وباطن میں جگہ دو؛ کیوں کہ جو بچ جاتا ہے وہی اصل مال ہوتا ہے، اورخرچ کرنے سے نفع ہوتا ہے۔اوراللہ کے فضل وکرم پر اِعتماد کرکے ان دونوں حالتوں میں صدق کا دامن ہاتھ میں تھامے رہنا اوراس کے حدودوحقوق کا خیال رکھنا۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے :

إنْ تَنْصُرُوا اللّٰهَ يَنْصُرْكُمْ o (۱)

اگرتم اللہ (کے دین) کی مدد کروگے تو وہ تمہاری مدد فرمائے گا۔

فَاذْكُرُونِي أذْكُرْكُمْ o (۲)

سوتم مجھے یاد کیا کرو میں تمہیں یاد رکھوں گا۔

وَ أوفُوا بِعَهْدِيْ أوفِ بِعَهْدِكُمْ o (۳)

اورتم میرے (ساتھ کیا ہوا) وعدہ پورا کرو میں تمہارے (ساتھ کیا ہوا) وعدہ پورا کروں گا۔

علم کو رنگ عمل دینے ہی سے کچھ ملتا ہے

باعث تسکین جانِ حزیں! خدارا ایسا کبھی نہ ہونے پائے کہ تم علم کی ظاہری شکل وصورت پر فریفتہ ہوکر عمل سے یکسر غافل ہوجاؤ؛ بلکہ وہ علم بے سود ہے جو رنگ عمل سے آشنا نہ ہوا۔

(۱) سورۂ محمد:۴۷/۷۔
(۲) سورۂ بقرہ:۲/۱۵۲۔
(۳) سورۂ بقرہ:۲/۴۰۔

دیکھو اُمرا و سلاطین کے محلوں کے چکر لگانے والے اور دنیا داروں پر اوندھے گرنے والے وہی لوگ ہوتے ہیں جن کے علم کا عمل سے کوئی دور کا بھی تعلق نہیں ہوتا؛ یہی وجہ ہوتی ہے کہ پھر علم سے جو نفع و برکات انھیں ملنی چاہئیں وہ اُن سے محروم رہ جاتے ہیں۔

علم و عمل اور اخلاصِ نیت

یوں ہی اس بات کی بھی کوشش کرنا کہ کسی قسم کی عبادت و ریاضت میں اسی وقت مشغول ہونا جب تمھیں اس کا وافر اور قطعی علم ہو جائے؛ کیوں کہ تمہارے سامنے ایسے اہل زہد و تصوف کی ڈھیروں مثالیں موجود ہیں جنھوں نے علم کے بغیر عبادت شروع کر دی اور انجام کار نتیجہ یہ ہوا کہ راہِ راست سے بھٹک گئے۔

خوبصورت کپڑوں میں خود کو مزین رکھا کرو؛ وہ تمھیں دنیا داروں کے آگے جھکنے سے روکے رکھیں گے، یوں ہی زاہدوں کے درمیان مشہور نہ ہونے دیں گے۔

یوں ہی ہمہ وقت اپنی نگاہوں، اپنی باتوں اور اپنے قدموں کا محاسبہ کرتے رہنا ؛ کیوں کہ ان کی بابت تم سے مواخذہ ہونا ہے، اور تم جتنا اپنے علم سے فائدہ اُٹھاؤ گے وہ اتنا ہی تمہارے سامعین کے لیے نفع رساں ہوگا؛ ورنہ جب واعظ و خطیب اپنے علم پر خود عمل پیرا نہیں ہوتا تو اس کی پند و نصیحت لوگوں کے دلوں سے ایسے ہی پھسل جاتی ہے جس طرح پانی چٹان سے بہ آسانی پھسل جاتا ہے۔

لہٰذا جب بھی وعظ و بیان کہنا ہو اِخلاصِ نیت کے ساتھ کہنا۔ حتی کہ چلنا پھرنا کھانا پینا بھی خلوصِ نیت کے ساتھ کرنا؛ (کیوں کہ نیت کا اَجر بے پایاں ہے)۔ پھر جب تم سلف

صالحین کے اَخلاق وکردار کا مطالعہ شروع کروگے تو معاملات کی گرہیں اَز خود تم پر منکشف ہونا شروع ہوجائیں گی۔

فائدہ بخش کتابیں

ضیاے دیدہ ودل ! ''منهاج المريدين'' کو اپنے مطالعہ میں رکھو۔ یہ کتاب سلوک کے اَسرار ورموز تم پر بے نقاب کردے گی؛ لہٰذا جلوت وخلوت ہر جگہ اسے دوست اور اُستاد کے طور پر اپنے ساتھ رکھو۔

''صيد الخاطر'' کا دقتِ نظر سے مطالعہ کرو، یہ تمھیں ایسے حقائق ووقائع سے آشنا کرے گی جو تمھیں دارین کی سعادتوں سے بہرہ ور کردیں گے۔

''جنة النظر'' کو زبانی یاد کرلو، یہ کتاب فقہ کے نکات ودقائق سمجھنے میں معاون ومددگار رہوگی۔

''كتاب الحدائق'' کے مطالعہ سے یہ فائدہ ہوگا کہ حدیث کی کنہ اور اس کا صحیح فہم تمھیں نصیب ہوجائے گا۔

''الكشف'' کے ساتھ اگر تم نے دلچسپی لی تو یہ کتاب صحیحین کے اندر مخفی احادیث کا راز تم پر وا کرکے رکھ دے گی۔

اہلِ عجم کی مرتب کردہ کتبِ تفاسیر سے کوئی سروکار نہ رکھنا؛ کیوں کہ ''المغني'' اور ''زادالمسير'' پڑھ لینے کے بعد ان تفسیروں کو دیکھنے کی کوئی ضرورت ہی نہیں رہ جاتی۔

اور وعظ وخطابت کے لیے جو کچھ مواد میں نے تمہارے لیے جمع کردیا ہے وہ بہت ہے اس کے علاوہ کی تلاش عبث ہے۔

خاطر مدارات اور واعظ نافع کی صفات

پسرِ عزیز ! لوگوں کی بہترین خاطر مدارات کرنا؛ مگران سے دور رہنے کی پوری پوری کوشش کرنا؛ کیوں کہ عزلت نشینی برے دوستوں کی صحبت کے مقابلے میں راحت رساں ہوتی ہے، اوراس سے تمہارا وقار لوگوں کی نگاہوں میں بحال رہتا ہے۔

ایک واعظ کے لیے بطورِ خاص یہ ضروری ہے کہ وہ فضول گو نہ ہو، لوگوں کے سامنے نازیبا حرکت نہ کرے، بازاروں کے چکر نہ لگائے، اور زیادہ نہ ہنسا کرے۔ تاکہ اس کے ساتھ حسن ظن قائم رہے اور لوگ اس کی بابت اچھا گمان رکھیں، اس طرح اس کا وعظ وبیان اُن کے قلب وباطن کی گہرائی میں اُتر سکے گا۔

ہاں اگر کسی خاص ضرورت کے پیش نظر لوگوں میں جانا پڑ جائے تو حلم کو اپنا امام بناؤ اور بردباری کے ساتھ ان سے پیش آؤ؛ کیوں کہ اگر تمہیں ان کا اخلاق وکردار معلوم ہوجائے تو تم ان کی خاطر خواہ آؤ بھگت نہ کرسکوگے۔

حقوق کی اَدائیگی اور معاملات کی رعایت

عزیز از جان ! بیوی وبچے اور اہل قرابت میں جس کے جو حقوق بنتے ہوں ان کی اَدائیگی میں کسی تساہلی سے کام نہ لینا۔ اور اپنے لمحات اور گھڑیوں کا محاسبہ کرتے رہنا کہ وہ کس کام میں صرف ہورہی ہیں۔

بھرپور کوشش کرنا کہ وہ اچھے اور قابل تعریف کاموں میں گزریں۔ اپنے نفس کو

آزاد نہ چھوڑ دو، بلکہ اسے کارِ خیر اور نیکیوں پر اُکساتے رہو، اور اپنی قبر کی کوٹھری میں آسودہ حال رہنے کے لیے جو بن پڑے آگے بھیج دو؛ تا کہ وہاں پہنچ کر آرام وسکون پاؤ۔ بزبانِ شاعر :

يا مَن بدنياه انشَغَل

يا منغَرّه طُولُ الأمَل

المَوتُ يَأتي بَغتةً

وَالقَبرُ صُندُوقُ العَمَل

یعنی اے وہ شخص! جو دنیا میں پورے طور پر مشغول ومنہمک ہے اور لمبی لمبی اُمیدوں نے دھوکے کے جال میں پھنسا رکھا ہے۔

یاد رہے کہ موت ہمیشہ اچانک آتی ہے، اور قبر عمل کا صندوق ہے؛ (لہٰذا دیکھ لو کہ اپنے صندوق میں کیا کچھ بھیج رہے ہو)۔

ہمیشہ معاملات کے انجام کو دیکھو، ایسی صورت میں پسند وناپسند چیز پر صبر کرنا تمہیں آسان ہوگا۔ جب نفس غفلت کیشی شروع کردے اور نیکیوں میں دلچسپی لینا چھوڑ دے تو گورِ گریباں کی سیر کو چلے جایا کرو، اور اسے اپنے سانحہ موت کی یاد دہانی کرادو۔

اصل مدبر حقیقی تو پروردگار ہے، تاہم جب کوئی معاملہ درپیش ہو تو تدبیر کرلیا کرو کہ کہیں تمہارے اِنفاق میں اِسراف کی آمیزش تو نہیں ہے، تا کہ لوگوں کا محتاج نہ بننا پڑے؛ کیوں کہ ہمارا دین' مال کی حفاظت کا سبق بھی دیتا ہے۔ اپنے وارثوں کو محتاج بنانے سے بہتر ہے کہ اپنے بعد ان کے لیے کچھ چھوڑ جاؤ۔

میرا نسب نامہ

عزیز القدر ! تجھے معلوم ہونا چاہیے کہ (ہم ان لوگوں میں سے نہیں جن کے حسب ونسب کا کوئی اَتا پتا نہیں ہوتا بلکہ) ہم خلیفۃ الرسول یارِ غار اَمیر المومنین سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی اَولاد سے ہیں۔ اور ہمارے والد گرامی قدر حضرت قاسم بن محمد بن ابوبکر (رضی اللہ تعالیٰ عنہم) ہیں۔

یہ ساری تفصیلات میں نے وثوق کے ساتھ ''صفۃ الصفوۃ'' میں بیان کر دی ہیں۔ پھر ہمارے آباؤ اجداد کا جھکاؤ بیع وشرا اور تجارت کی طرف ہو گیا، مجھے یاد نہیں آتا کہ میرے علاوہ متاخرین میں کوئی ایسا ہو جسے طلب علم وفضل کی توفیق ملی ہو، اب بات تم تک آ پہنچی ہے؛ لہٰذا سمند جد وجہد کو مہمیز لگا دو، اور شوق کو اپنا اِمام بنا کر میدانِ علم میں کچھ کر گزرو۔ اُمید ہے کہ تمہاری ذات سے میری جو توقعات وابستہ ہیں انھیں رُسوا نہ کرو گے۔ میں تجھے اللہ کے حوالے کرتا ہوں، اور اسی سے سوالی ہوں کہ وہ تجھے علم وعمل کی توفیق خیر سے نوازے۔ یہی میری وصیت ونصیحت ہے، اُمید ہے کہ انھیں سچ کر دکھاؤ گے۔

ولاحول ولا قوة إلا بالله العلي العظيم

والحمد لله رب العالمين

و صلى الله على سيدنا محمد وعلىٰ آله وصحبه و سلم

آغازِ ترجمہ: ۲۳ جمادی الآخر ۱۴۳۰ھ - مطابق ۱۷ / جون ۲۰۰۹ء بروز چہار شنبہ

اختتام ترجمہ: ۲۵ / جمادی الآخر ۱۴۳۰ھ - مطابق ۱۹ / جون ۲۰۰۹ء بروز جمعہ مبارکہ

بمقام: دلاص یونیورسٹی، کیپ ٹاؤن، ساؤتھ افریقہ۔